یاایھاالرّسول اوریاایھاالنّبی
کے
قرآنی خطابات اوران کی معنویت

ڈاکٹرمحمد ہمایوں عباس*

قرآن کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ان کی حیثیت تاریخی سے زیادہ تربیتی ہے۔ ان واقعات میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ کا تذکرہ بھی ہوااور بعض مقامات پرانبیائے کرام کواللہ رب العزت کی طرف سے خطاب بھی کیا گیا۔ان الٰہی خطابات میں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں بھی خطاب فرمایاتووہ منفرد نوعیت کا ہے اورآپ کی عظمت ورفعت کامظہر ہے۔من جملہ دیگر ندائیہ کلمات کے،یاایھاالرسول اوریاایھاالنبی بھی ہیں۔زیرنظر مقالہ میں نبی اوررسول میں فرق کے حوالہ سے علماء کے نقطہ ہائے نظراوراُن آیات کی مختصر سی وضاحت پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے جن میں آپ کو ان دونوں القابات سے خطاب فرمایا گیا۔

(۱) نبی [۱] اوررسول میں فرق:-

نَبیؔ" کا لفظ نبَأ" سے مشتق ہےاوراس کامعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا ہے۔[۲]

لیکن نبَأ" ہرخبرکونہیں کہتے بلکہ وہ خبر ۱۔جونہایت فائدہ مند ۲۔اہم اورعظیم ۳۔اوراس کوسن کرغلبہ ظن حاصل ہو،ہی نبأ کہلائے گی۔[۳]

اگراس لفظ کامادہ اشتقاق النبوۃ یاالنباوۃ ہوتواس کامعنی بلنداوراونچی چیز ہےچونکہ نبی حسی اورمعنوی طور پردیگرمخلوقات سے ہراعتبار سےاشرف واعلیٰ ہوتے ہیں اس لئے انہیں نبی کہتے ہیں۔صاحب لسان العرب کےبقول وان اخذ من النبوۃ والنباوۃ وھی الارتفاع عن الارض اوھی الشیٔ المرتفع ای انہ اشرف علی سائر الخلق. [۴]

---

*اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ،جی۔سی۔یونیورسٹی لاہور۔

یوسف الصالحی نے بھی ایسا ہی جملہ لکھا۔

وھی الرفعة لان رتبته مرفوعة علی سائر الخلق. ۵

امام راغب اس لفظ کے لغوی پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں: النبوة سفارة بین اللّٰہ وبین ذوی العقول من عباده لازاحة علتهم فی امر معادهم ومعاشهم والنبی لکونه منبأً بما تسکن الیه العقول الذکیة. ۶

نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے ان کی دنیوی اور اخروی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور نبی ایسی باتوں کی خبر دیتا ہے جس سے عقل سلیم کو تسکین ہوتی ہے۔

صاحب لسان العرب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا معنی الطریق یعنی راستہ بھی ہے اور النبوة سے مراد الطریق الی الھدی یعنی نبوت کا راستہ ہی ہدایت کی طرف لے جانے والا ہے۔ ۷

شریعت اسلامیہ میں نبی کس کو کہتے ہیں؟ اس کی وضاحت دستور العلماء میں ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

فی الشرع بعثه اللّٰہ تعالٰی الی الخلق لتبلیغ الاحکام. ۸

یعنی شریعت میں نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف احکامات شرعیہ کی تبلیغ کے لئے مبعوث فرمائے۔

لغت میں رسول کے لفظ کا اطلاق صرف پیغام پر اور کبھی اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے پیغام دے کر بھیجا گیا ہو۔ والرسول تارة یقال للقول المتحمَّل وتارة المتحمِّل. ۹

شرعی اصطلاح میں علامہ یوسف الصالحی کے مطابق، وہ مرد جس کی طرف شریعت کی وحی کی جائے اور اسے تبلیغ کا حکم نہ دیا جائے وہ نبی ہے اور اگر تبلیغ کا حکم بھی ہو تو وہ رسول ہے۔

انسان ذکر اوحی الیه بشرع ولم یومر تبلیغه فان أمر بذلك فهو رسول ایضاً۔ ۱۰

نبی اور رسول میں اصطلاحی فرق کے حوالہ سے علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ۱۱

امام رازی نے ان دونوں میں فرق نہ ہونے کے دلائل بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اور رسول دونوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ دونوں خطاب ان کے ایک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ **أن اللّٰه تعالٰی خاطب محمداً مرة بالنبی ومرة بالرسول فدل علی انه لامنافاة بین الامرین.** ۱۲

علماء کے دوسرے گروہ نے آیت کریمہ: **وَمَا اَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ** (الحج:۵۲) کی روشنی میں کہا ہے کہ دونوں اصطلاحات میں فرق ہے۔ ۱۳ اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو یہ تکرار ہوتی اور یہ بلاغت کے خلاف ہے۔ ۱۴ لیکن دونوں میں فرق کی نوعیت کیا ہے؟ اس بارہ میں علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ کسی نے لغوی معانی کو پیش نظر رکھ کر فرق کیا تو کسی نے ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھا اور بعض نے نزول وحی کے طرق میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھ کر رائے دی۔ بعض نے انسان یا فرشتہ ہونے کے فرق کو بھی قابل ذکر گردانا۔ قہستانی کے پیشِ نظر: **الرسول من بعث لتبلیغ الاحکام ملکاً کان او انسانابخلاف النبی فانه مختص بالانسان.** ۱۵

فراء نے نزول وحی میں فرق کو پیش نظر رکھ کر کہا: **الرسول الذی ارسل الی الخلق بارسال جبریل علیه السلام عیاناً والنبی الذی تکون نبوته الهاما اومناماً، فکل رسول نبی ولیس کل نبی رسولا.** ۱۶ علامہ اسماعیل حقی نے ایک قول نقل کیا جس میں نئی شریعت کے ملنے یا نہ ملنے کو مدار مانا گیا ہے: **والرسول انسان ارسله اللّٰه الی الخلق لتبلیغ رسالته وتبیین ماقصرت عقولهم من مصالح الدارین وقدیشرط فیه الکتاب بخلاف النبی فانه اعم.** ۱۷

اس مسئلہ پر سب سے عمدہ رائے علامہ ابن تیمیہ کی ہے بقول انور شاہ کشمیری، کتاب النبوات میں سب سے قابل قدر یہی مسئلہ ہے۔ ۱۸

ابن تیمیہ لکھتے ہیں: **فالنبی هوالذی ینبئه اللّٰه، وهوینبیء بماأنبأاللّٰه به، فان**

أرسل مع ذلك الى من خالف أمر اللّٰه ليبلغه رسالة من اللّٰه اليه فهو رسول ولم يرسل هو الى احد يبلغه عن اللّٰه رسالة ،فهو نبی ولیس برسول (سوره حج:۵۲) وقوله من رسول ولا نبی فذکر ارسالاً يعم النوعين،وقد خص احدهما بانه رسول فان هذا هو الرسول المطلق الذی أمره بتبليغ رسالته الى من خالف اللّٰه كنوح،وقد ثبت فی الصحیح أنه اول رسول بعث الى اهل الارض. ۱۹

فالانبياء ينبئهم اللّٰه فيخبرهم بامره ونهيه وخبره،وهم ينبئون المومنين بهم ماأنبأهم اللّٰه به من الخبر والامروالنهی فان ارسلوا الى كفار يدعونهم الى توحيد اللّٰه وعبادته وحده لاشريك له ولا بدأن يكذب الرسول قوم قال تعالیٰ.(الذاریات:۵۲،السجده:۴۳) ۲۰

وليس من شرط الرسول ان یاتی بشريعة جديده،فان یوسف كان رسولا وكان على ملة ابراهيم وداؤدوسليمان كانارسولين وكانا على شريعة التوراة. ۲۱

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کوغیب کی خبریں دے کر نبی بنائے تو وہ نبیُ اللہ بن جاتا ہےاور جب تک کسی کافرقوم کوخدائی پیغامات پہنچانے کا حکم نہ دیا جائے وہ صرف نبیُ اللہ ہی ہوتا ہےخواہ کسی پہلی شریعت پرعمل کرتا رہےالبتہ جب کافرقوم کوخدائی احکام پہنچانے کا حکم دے دیا جائےتو وہ نبی اللہ ہونے کے ساتھ رسول اللہ بھی بن جاتا ہے۔رسول کے لئے نئی شریعت لانا قطعاً ضروری نہیں حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے مگر ملت ابراہیمی پر تھے اسی طرح حضرت داؤدوسلیمان علیہما السلام رسول تھےاورشریعت تورات پر عامل تھے۔حضرت نوح علیہ السلام کادورآیاتوکفرظاہرہوااس لئے روئے زمین پر پہلے رسول آپ ہی ہیں۔حضرت آدم اورآپ کے درمیان سب انبیاء تھے۔

علمائے شیعہ کے ہاں بھی اس سے ملتی جلتی تعبیر ملتی ہے۔تفسیرنمونہ میں ہے:ہماری نظر میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ رسول ان انبیاء کو کہتے ہیں جواپنے دین کی تبلیغ وترویج اورلوگوں کواس کی دعوت دینے پر مامور تھے،جیسا کہ ان کی سوانح حیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں

انتھک کوشش کرتے تھے۔ معمولی فروگذاشت بھی نہیں کرتے تھے اور ہر طرح کی سختی اور تکلیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔ البتہ نبی جیسا کہ خود اس لفظ ہی سے ظاہر ہے کہ اس شخصیت کو کہا جاتا ہے جو وحی الٰہی کی خبر دے اگرچہ وہ وسیع سطح پر تبلیغ پر مامور نہیں ہوتے۔ دراصل وہ ایک ڈاکٹر کی مانند ہوتا ہے جس کو تلاش کر کے اسے لوگ اپنی بیماری کا علاج کراتے ہیں مطالعہ سے پتہ چلتا ہی کہ مختلف پیغمبروں کے ماحول وحالات میں خاصا فرق تھا اور ہر ایک کے فرائض وذمہ داریاں جدا جدا تھیں۔ ۲۲

یہاں ضمناً نبوت ورسالت کے حوالہ سے دو مزید مباحث کا اجمالی ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(ا) ایک یہ کہ عورت بھی منصب رسالت ونبوت پر فائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جمہور کا کہنا ہے: **لانبوة فی النساء بالاجماع.** ۲۳

والجمهور أنه لم ینبأامرأة. ۲۴

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: جمہور کا قول ہے کہ نبوت صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ ۲۵

امام رازی کی بھی یہی رائے ہے۔ ۲۶

ابن حزم ۲۷ کی رائے ہے کہ چھ عورتیں نبی ہیں۔ حواء، سارہ، ھاجر، ام موسیٰ، آسیہ، مریم۔ ۲۸ ان کے نزدیک فرشتے سے مکالمہ اور بشارات وغیرہ کے لئے فرشتہ کا آنا نبی ہونے کے لئے کافی ہے اور ان معنوں میں یہ عورتیں نبی ہیں مگر رسول نہیں۔ ''**نبوة مع الرسالت**'' صرف مردوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔ ۲۹

مگر علامہ آلوسی کے نزدیک یہ تعریف اور رائے قطعاً صحیح نہیں ہے **وأن من توهم أن النبوة مجرد الوحی ومكالمة الملك فقدحاد عن الصواب.** ۳۰

امام قرطبی درج بالا خواتین میں سے صرف حضرت مریم کی نبوت کے قائل ہیں۔ **والصحیح أن مریم نبیه.** ۳۱

(ب) علماء نے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ (الانعام: ۱۳۰) کے تحت یہ بھی بحث کی ہے کہ جنوں میں بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں یا نہیں؟ بعض علمائے تفسیر کا کہنا ہے

رسول اور نبی صرف انسانوں میں ہوئے جنات میں کوئی شخص بلا واسطہ رسول نہیں ہوا۔ جنات میں انسانی رسولوں کے قاصد اور پیغامبر ہوتے تھے مجازی طور پر ان کو رسول کہا گیا ہے۔ایک جماعت علماء کا یہ خیال ہے کہ خاتم الانبیاء سے پہلے ہر گروہ کے رسول اسی گروہ سے ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو انسانوں اور جنوں کا واحد رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔۳۲

رسالت اور نبوت سے متعلقہ ان مباحث کے بعد ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور نبی کے لقب سے ندا کی گئی ہے۔

(ا) یاایہاالرسول کا خطاب:-

قرآن کریم میں صرف دو مقامات ہیں جن میں آپ کو یاایہا الرسول کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ دونوں مقامات سورۃ المائدہ میں ہیں اور یہ مدنی سورت ہے۔

(ا) يَـٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ. يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا. وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ. لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. (المائدہ:۴۱)

اے رسول! آپ کو نہ غمگین کریں وہ جو کفر کی راہ میں سبقت کر رہے ہیں۔ان لوگوں میں سے جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں یہ جھوٹ کے رسیا اور دوسروں کی باتیں ماننے والے ہیں جو خود آپ کے پاس نہیں آتے۔اللہ کی باتوں کو صحیح موقعوں سے بدل دیتے ہیں۔

اس آیت میں یاایہا الرسول سے خطاب کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے: لفظ رسول سے خطاب یہاں اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ رسول کی اصل ذمہ داری صرف اللہ کے دین کی تبلیغ اور انداز و تبشیر کے فریضہ کی ادائیگی ہے۔اس امر کی کوئی ذمہ داری

اس پر نہیں ہے کہ لوگ اس کی دعوت کے معاملے میں رویہ کیا اختیار کرتے ہیں۔ اگر رسول نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا ہے تو وہ عنداللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا، لوگ اگر کفر کی راہ میں سبقت کرتے ہیں تو اس کی پرسش رسول سے نہیں ہوتی ہے بلکہ خود لوگوں سے ہوتی ہے، پھر جو بات دوسروں سے متعلق ہے اس کا غم رسول کیوں کرے؟ یہاں چونکہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین اور یہود کی مخالفانہ اور سازشانہ روش پر تسلی دینا اور اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ جن کا فتنہ میں پڑنا سنت الٰہی کے بموجب مقدر ہو چکا ہے وہ فتنہ میں پڑ کے رہیں گے اس وجہ سے یاایھاالرسول کے خطاب سے آپ کو مخاطب کرنا موزوں ہوا تا کہ خطاب ہی سے آپ کی ذمہ داری کی حد آپ پر واضح ہو جائے"۔۳۳

(۲) يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ. وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ. وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ. إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَـٰفِرِينَ. (المائدہ:۶۷)

اس آیت مبارکہ میں یاایھاالرسول کے لقب سے خطاب کی معنویت کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے نہایت جامعیت سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: پچھلی آیات میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر کر کے تورات، انجیل، قرآن اور کل کتب سماویہ کی اقامت کی ترغیب دی گئی تھی۔ آئندہ قل یااھل الکتاب لستم علی شیء سے اہل کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس "اقامت" کے بدون تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر اور لاشیئ محض ہے یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک میں اسی دوٹوک اعلان کے لئے حضور کو تیار کیا گیا ہے۔ یعنی آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے اتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات آپ بے خوف وخطر اور بلا تامل پہنچاتے رہیے۔ اگر بفرض محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول (خدائی پیغامبر) ہونے کے رسالت وپیغام رسانی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے سمجھا جائے گا کہ آپ نے اس کا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں فریضہ تبلیغ کی انجام دہی پر بیش از بیش ثابت قدم رکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہ ہو سکتا تھا۔ آپ نے بیس بائیس سال تک جس بے نظیر

اولوالعزمی جانفشانی، مسلسل جدو کد اور صبر و استقلال سے فرض رسالت وتبلیغ کوادا کیا وہ اس کی واضح دلیل تھی کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی (رسالت و بلاغ) کی اہمیت کا احساس ہے۔حضور کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کوملحوظ رکھتے ہوئے وظیفۂ تبلیغ میں مزید استحکام وتثبیت کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہ ہی ہوسکتا تھا کہ حضور کو یاایھاالرسول سے خطاب کر کے صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اگر بفرض محال تبلیغ میں ادنیٰ سی کوتاہی ہوئی تو سمجھو کہ آپ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور ظاہر ہے کہ آپ کی تمامتر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید ہی یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں لہٰذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذراسی کوتاہی کریں عموماً یہ تجربہ ہوا ہے کہ فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے مقصر رہتا ہے۔ یا تو اسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ ہو یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو اور یا مخاطبین کے عام تمرد وطغیان کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ پچھلی اور اگلی آیات میں اہل کتاب کی نسبت بتلایا گیا ہے، تبلیغ کے ثمر اور منتج ہونے سے مایوسی ہو، پہلی وجہ کا جواب **یاایھاالرسول** سے **فمابلغت رسالته** تک، دوسری کا **واللّٰه یعصمك من الناس** میں اور تیسری کا **ان اللّٰه لایهدی القوم الکفرین** میں دیدیا گیا۔یعنی تم اپنا فرض ادا کئے جاؤ خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت وآبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائے گا، باقی ہدایت وضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ایسی قوم جس نے کفروانکار ہی پر کمر باندھ لی ہے اگر راہ راست پر نہ آئی تو غم نہ کرو اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو چھوڑو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی کے موافق امت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی۔نوع انسانی کے عوام وخواص میں سے جو بات، جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی، آپ نے بلاکم وکاست اور بے خوف وخطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر تمام کردی اور وفات سے دواڑھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمان اسلام اور عاشقان تبلیغ کا اجتماع تھا آپ نے علی رؤس الاشہاد اعلان فرمادیا کہ اے خدا

تو گواہ رہ میں (تیری امانت) پہنچا چکا۔ ۳۴

(ب) یاایھاالنبی کا خطاب:

قرآن کریم میں ۱۳ مقامات پر یاایھاالنبی سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔ ذیل میں وہ آیات نقل کی جاتی ہیں جنکا آغاز اس پر کیف خطاب سے ہوا اور اس خطاب کی معنویت سے متعلق مفسرین کی آراء کو بھی نقل کیا جائے گا۔

(۱) یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. (الانفال:۶۴)

اے نبی مکرم آپ کے لئے اللہ تعالیٰ اور آپ کی پیروی کرنے والی مومنین کافی ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے آپ کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یاایھاالنبی آپ تو نبوت کے مقام ارفع پر فائز ہیں اس لئے آپ کی نصرت اور اعانت کے لئے اللہ اور آپ کے غلام کافی ہیں کسی اور کے سہارے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ آپ کی دلجوئی اور تسلی وتشفی کے لئے اس خطاب دلنواز سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اس ہمت افزائی کی ساتھ ہی اگلی آیت میں آپ کو وہ حکم دیا گیا جس کی لیے یہ آیت تمہید تھی۔

(۲) یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ. (الانفال:۶۵)

اے نبی مکرم مومنوں پر قتال پر برانگیختہ کیجیے۔

چونکہ مخلوق تک احکامات الٰہیہ نبی کے واسطہ ہی سے پہنچتے ہیں اس لئے یاایھاالنبی کا خطاب فرمایا اور ساتھ ہی مسلمانوں کو روحانی تقویت کے لئے قلت وکثرت کا اصول سمجھا دیا۔ یہ حکم درحقیقت مجاہدین میں ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کرتا ہے۔ ایمانی بصیرت کی قوت وسطوت کا ایسا پیغام نبی ہی دے سکتے ہیں۔

(۳) یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْ اَیْدِیْکُمْ مِنَ الْاَسْرٰی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (الانفال:۷۰)

اے نبی مکرم آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں ان سے فرمایئے اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی پائے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر وہ تم کو عطا فرمائے گا اور تم کو بخش دے

گا اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ آیت درحقیقت بدر کے قیدیوں کے لئے اللہ کی طرف سے ایک پیغام ہے۔ پیغامات الٰہیہ مخلوقات تک بواسطہ نبی آتے ہیں اس لئے یاایھا النبی سے خطاب فرمایا۔ اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: ان دونوں آیتوں (۷۰،۷۱) پر غور کیجئے تو یہ بات واضح ہو گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر جو چھوڑ دیا تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نے اس کو پسند فرمایا اور ان قیدیوں کو یہ پیغام بھجوایا کہ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اس احسان کی قدر کی تو اس سے ان کے لئے قبول اسلام اور مغفرت کی راہیں کھلیں گی۔ غور کیجئے کہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو محض بعض تفسیری روایات کی بنا پر مفسرین نے اختیار فرمائی کہ آنحضرت پر اس بات کے لئے عتاب ہوا کہ اچھی طرح خون بہائے بغیر تم نے قیدی کیوں پکڑے اور فدیہ کیوں قبول کیا۔[۳۵]

(۴) يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. (التوبہ:۷۳)

اے نبی کریم کافروں کے ساتھ جہاد کیجئے اور ان پر سختی کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مزاج اقدس کی نرمی کی بنا پر منافقین کا سخت احتساب نہ فرماتے۔ یاایھا النبی کے خطاب سے آپ کو حکم دیا جارہا ہے کہ اے رؤف و رحیم اب ان کی بارے میں اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کرلیں یہ لوگ کریم النفسی سے ماننے والے نہیں اب ان پر سختی کریں۔

(۵) يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ. (الاحزاب ۱)

اے نبی مکرم! ڈرتے رہیے اللہ سے اور کفار و منافقین کا کہنا نہ مانیے۔

''اس سورہ مبارکہ (الاحزاب) کا آغاز یاایھا النبی کے پرجلال کلمات سے کیا گیا ہے براہ راست اس خصوصی خطاب کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں چند ایسی اصلاحات کا حکم دیا جارہا ہے جو قدامت پرست اہل عرب کے رسم و رواج کے سراسر خلاف تھیں۔ معاشرہ میں جب کوئی فعل رواج پکڑتا ہے اور پشت ہا پشت سے لوگوں کا اس پر تعامل ہوتا ہے تو اسے ایک تقدس اور احترام حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس بارے میں اتنے جذباتی ہو جاتے ہیں

کہ اس میں کسی اصلاح اور ترمیم کو برداشت نہیں کرتے اور کسی بڑی سے بڑی ہستی کو بھی اس میں ردوبدل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ قوموں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں کے لئے سب سے صبر آزما لمحے وہی ہوتے ہیں جب وہ اپنی قوم کے غلط اور مضرت رساں رسم ورواج کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہیں کیونکہ اس سورت میں عرب کے قدامت پسند معاشرہ اوران کے غلط رواجوں کی اصلاح کرنا مقصود ہے اور قوم کے شدید ردعمل کا اندیشہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی طور پر خطاب فرما کر چند ہدایات سے سرفراز کر رہے ہیں تاکہ حضور کے خلاف کذب وافتراء کے جو طوفان اٹھنے والے ہیں ان میں آپ ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔ ۳۶ے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دینے کا مقصد یہ نہیں کہ آنجناب تقویٰ کے بارہ میں یا کفار ومنافقین کی اطاعت ترک کرنے کے مسئلہ میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام لیتے تھے بلکہ اس قسم کے احکام جہاں ایک طرف پیغمبر کے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں پر تمام مومنین کے لیے درس بھی ہے۔ ۳۷ے علامہ آلوسی کی رائے میں تقویٰ اختیار کرنے کے حکم کا مقصود اس پر دوام واستقامت ہے یہ بھی کہا گیا کہ تقویٰ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کی کوئی انتہا نہیں اس لئے تقویٰ میں ہر لحہ زیادتی واضافہ ہو۔ **الدوام والثبات عليها وقيل الازدياد منها فان لها بابا واسعا وعرضا عريضاً لاينا ه مناه.** ۳۸ے

(۲) **يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيْلاً.** (الاحزاب ۲۸)

اے نبی مکرم آپ اپنی بیویوں کو فرمادیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اوراس کی آرائش وآسائش کی خواہاں ہوتو آؤ تمہیں مال ومتاع دے دوں اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ تمہیں رخصت کردوں۔

منافقین مرد جس طرح مسلم معاشرہ کے خلاف اپنی کاروائیوں میں مصروف ہوتے اسی طرح منافق عورتیں بھی یہ کام کرتیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کے

لئے منافقات کی چالوں کے حوالہ سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ منافق عورتوں کی چالوں کا مقصد آپ کی گھریلو زندگی میں فتنہ کھڑا کرنا اور ازواج النبی کے اندر بے اطمینانی پیدا کرنا تھا۔ یہ حالات تھے جن میں یہ آیات اتری ہیں۔ ان میں جو باتیں فرمائی گئی ہیں ان کو سنانا تو مقصود ہے دراصل ان منافقین اور منافقات کو جن کی ریشہ دوانیوں کے تاروپود ان میں بکھیرے گئے ہیں لیکن وہ پس پردہ تھے اس وجہ سے قرآن نے ان کو مخاطب کرنے کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ازواج النبی کو مخاطب کر کے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ ۳۹

(۷) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا. (الاحزاب ۴۵-۴۶)

اے نبی مکرم ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا، بروقت ڈرانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والا اور روشن کر دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے اور اس منصب کے ساتھ جو ذمہ داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی واضح ہو جائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں اور دوسروں پر بھی آپ کی شخصیت کی اصلی نوعیت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ موافقین ومخالفین دونوں اس روشنی میں اپنے اپنے رویے کا جائزہ لے سکیں۔ ۴۰

(۸) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ. (الاحزاب: ۵۰)

اے نبی مکرم ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لئے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں۔

اسلام نے مردوں کو شرط عدل کے ساتھ چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمتوں کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ۴۱ چونکہ یہ چیز آپ کے امتیازات وخصائص میں سے تھی اس لئے یاایھا النبی سے

خطاب کیا گیا کہ آپ کو نبی کی حیثیت سے اس کی اجازت دی گئی ہے اسی لئے ان شادیوں کے مقاصد عام شادیوں سے بلند تر تھے۔ان سے مقصود یا تو اپنے غلاموں کی دلجوئی تھی یا دشمن قبائل کے ساتھ محبت اور مؤدت کے تعلقات قائم کرنے تھے۔[۴۲]

محمد علی السایس نے سابقہ آیات سے ربط واضح کرتے ہوئے لکھا کہ ان میں مومنین سے متعلقہ احکام تھے اور ان میں ازواج النبی سے متعلق۔ وھنا فی نساء النبی اللاتی یحل له نکاحھن و احکام اخری تتبع النکاح. [۴۳]

(۹) يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا. (الاحزاب:۵۹)

اے نبی مکرم! آپ فرمایئے اپنی ازواج مطہرات کو اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) اپنی چادر کے پلو اپنے اوپر ڈال لیا کریں اسی طرح آسانی پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، اور ہر وقت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں ازواج مطہرات یا بنات طاہرات اور تمام مومن عورتوں کے لئے ایک شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہ حکم بھی ایسا ہے جو صرف آپ کے زمانہ اقدس سے مخصوص نہیں ہمیشہ کے لئے مومنین پر فرض کیا گیا ہے اس لئے مناسب یہی تھا کہ یاایھا النبی کے الفاظ سے آغاز ہو نبی ہی خالق اور مخلوق کے مابین سفارت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

(۱۰) يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ.

(الممتحنہ:۱۲)

اے نبی مکرم! جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں اور ان شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی کو خدا کا شریک قرار نہیں دیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا سے آلودہ نہ ہوں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے کوئی بہتان باندھیں گی اور معروف کے کاموں میں آپ کے

حکم کی مخالفت نہیں کریں گی۔ تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور خدا سے ان کے لئے مغفرت طلب کریں بیشک خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ آیات صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی درمیانی مدت میں نازل ہوئیں۔[۴۴] ان آیات میں عورتوں سے چھ امور پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ یہ بیعت براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر تھی اور اس عرصہ میں آنے والی تمام خواتین کے لیے یہ عمومی حکم تھا اس لئے یاایھا النبی کا خطاب ہی مناسب اور موزوں تھا۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے مسائل کو معاشرے کے اہم ترین امور میں شمار کیا ہے۔

(۱۱) یَاایُّهَاالنَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ بِعِدَّتِهِنَّ. (الطلاق:۱)

اے نبی مکرم! (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو، تو ان کو طلاق دو، ان کی عدت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

اگرچہ اس آیت مبارکہ میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے مگر حکم امت کے لئے ہے۔ کیونکہ آپ کو خطاب کرنے کے فوراً بعد ضمیر خطاب جمع کی آ گئی ہے (طلقتم) [۴۵]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: آیت میں طلاق کا ذکر تھا اور یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کرنے کے بعد امت کو خطاب کیا اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم وتعظیم کا پہلو شامل ہے۔ انہ خاطبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنداء صرف سبحانہ الخطاب عنہ لامتہ تکریماله صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لما فی الطلاق من الکراھة فلم یخاطب بہ تعظیماً. [۴۶]

(۱۲) یَاایُّهَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاأَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ. (التحریم:۱)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں یاایھاالنبی سے خطاب پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں: یاایھاالنبی نداء اقبال وتشریف یعنی اللہ تعالیٰ نے یاایھاالنبی سے خطاب فرما کر اپنے

حبیب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور شرف ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلطف یعنی از راہ لطف ومحبت دریافت کیا کہ اے حبیب آپ نے ایسا کیوں کیا اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا پھر سوال کیا جس طرح عفا اللّٰہ عنك لم اذنت لھم میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شرعی نہیں یعنی جس طرح وحی الٰہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کردیا جاتا ہے اوراس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کے لئے ہوتا ہے"۔ ۴۷

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فیه تعظیم شانه صلی اللّٰہ وسلم لان ترك الاولی بالنسبه الی مقامه السامی الکریم یعد کالذنب و ان لم یکن فی نفسه کذلك. ۴۸

اس خطاب میں آپ کی رفعت شان ہے یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ تھا لیکن آپ کے مقام عالی کے یہ بھی مناسب نہ تھا۔

یاایھا النبی کے خطاب سے آپ کے منصب نبوت کا ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ کے اس فعل کا مقصد چونکہ امت کے لئے کوئی حکم نہ تھا اور منصب نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا ہر قول وفعل امت کے لئے نمونہ بنے، اس لئے یہ ترک اولیٰ بھی مقام نبوت کے شایان شان نہیں۔

(۱۳) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ. (التحریم:۹)

اے نبی مکرم! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اوران پر سختی کرو۔ آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں یاایھا النبی کے خطاب کی بلاغت کو مولانا امین احسن اصلاحی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔ مومنین ومتعلقین کے احتساب کے بعد یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عام فریضہ احتساب کی تاکید ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ مامور تھے۔ آیت میں جس جہاد کا حکم

ہے وہ تلوار اور زبان دونوں ہی کا جہاد ہے۔البتہ دونوں کے محل الگ الگ ہیں............ یہ سخت انداز میں منافقین کے احتساب کی تاکید اس وجہ سے ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کریم النفسی کے سبب سے ان کی غلطیوں پر جب گرفت فرماتے نرم ہی انداز میں فرماتے تا کہ ان کی رسوائی نہ ہو۔اس کریمانہ انداز کی انہیں قدر کرنی تھی لیکن منافقین اس کے اہل نہ تھے۔ وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے دلیر ہوتے جارہے تھے کہ ان کا فریب کامیاب ہو رہا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ انداز بدل دینے کا حکم دیا اور سختی کے ساتھ ان کے احتساب کی تاکید فرمائی۔ ۴۹ے

خلاصہ بحث

(۱) ''یاایھا'' کا خطاب ان موارد کے ساتھ مخصوص ہے جہاں مقصد سب لوگوں کی توجہ کو کسی مطلب کی طرف مبذول کرنا ہو اگر چہ مخاطب ایک ہی شخص ہو بخلاف ''یا'' کے خطاب کے جس کا عام طور پر اطلاق ایسے موارد میں ہوتا ہے جہاں مراد مخاطب کی ذات ہوتی ہے۔

(۲) قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو مقامات پر یاایھاالرسول اور تیرہ مقامات پر یاایھاالنبی کے لقب سے ندا کی گئی ہے۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب نبی یا رسول میں سے کوئی ایک لفظ آتا ہے تو اس کی مراد میں دونوں (رسول اور نبی) شامل ہوتے ہیں مگر جب یہ اکٹھے آئیں تو ان میں اس اصطلاحی فرق کو ملحوظ رکھا جائے گا جس کی تفصیل مضمون کی ابتداء میں بیان کی گئی ہے۔ ۵۰ے

(۳) وہ تمام سورتیں جن میں ان الفاظ سے ندا کی گئی ہے مدنی ہیں۔

(۴) یاایھاالرسول کے خطاب سے کسی سورت کا آغاز نہیں ہوا جبکہ سورۃ الاحزاب، سورۃ طلاق اور التحریم کا آغاز یاایھاالنبی سے ہوا ہے۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کو ان کے ناموں سے خطاب کیا گیا اور آپ کو القابات سے ندا کی گئی ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں آپ کی عظمت و رفعت کا علم ہوتا ہے۔پس یہ خطابات کرامت و شرف کی دلیل ہیں اور امت کی لئے آپ کی بارگاہ کے آداب بجا لانے کا حکم و نصیحت۔ ۵۱ے

(۶) یاایھاالنبی کے عنوان سے خطاب ان مواقع پر ہے جہاں حکم تمام امت کے لئے عام ہواور جس جگہ کوئی حکم رسول کی ذات سے متعلق ہوتا ہے تو وہاں یاایھاالرسول سے خطاب کیا جاتا ہے۔[۵۲]

(۷) بعض اوقات روئے سخن تو نبی کی طرف ہوتا ہے مگر نتیجہ اور مراد امت ہوتی ہے۔[۵۳]

(۸) یہ خطاب آپ کو تسلی و تشفی دینے کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کے لئے بھی ہے۔[۵۴]

☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

(۱) نبی کا لفظ ۵۴ دفعہ، اس کی جمع نبیون ۱۶ دفعہ، اور جمع مکسر انبیاء ۵ دفعہ اور اس کا مصدر نبوت ۵ دفعہ قرآن میں آیا ہے۔ مستشرقین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ نبی کا لفظ عبری `Nabi اور آرامی (نبیا `Nebi`a یا نبیو Nabiio) سے بنا ہے۔{رامیار، ڈاکٹر محمود، تاریخ قرآن مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۶۲، ص:۱۷۴-۱۷۵}

(۲) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۹۶۸، جلد اول، ص:۱۶۳

(۳) المفردات بذیل مادہ

(۴) لسان العرب: جلد اول، ص:۱۶۳

(۵) الصالحی، یوسف، سبل الھدیٰ والرشاد، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳، جلد:۲، ص:۲۷۸

(۶) المفردات بذیل مادہ

(۷) لسان العرب جلد اول، ص:۱۶۳

(۸) الاحمد نگری، عبدالنبی بن عبدالرسول، دستور العلماء عربی ترجمہ حسن ھانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت جلد ۳، ص:۲۷۲

(۹) الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب (۸۱۷ھ)، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، المکتبۃ العلمیۃ بیروت جلد۳، ص:۶۹-۷۰

(۱۰) سبل الھدی و الرشاد، جلد۲، ص:۲۷۸

(۱۱) الماوردی، محمد بن حبیب (۴۵۰ھ) النکت و العیون تحقیق السید بن عبدالمقصود، دارالکتب العلمیۃ بیروت، جلد۴، ص:۳۴

(۱۲) رازی، محمد بن عمر (۶۰۶ھ)، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۹ء جلد:۸، ص:۲۳۶

(۱۳) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: یدل علی المغایرۃ بینھما وھو الشائع، جلد۹، ص:۱۶۴ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ھذا دلیل بین علی تغایر الرسول و النبی، روح البیان جلد۶، ص:۶۳

(۱۴) سبل الھدیٰ جلد۲، ص:۲۷۹

(۱۵) اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) روح البیان، تحقیق احمد عبید، داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۱ء، جلد۶، ص:۶۳

(۱۶) القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، (۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۵، جلد۴، ص:۱۲۹

(۱۷) روح البیان، جلد۶، ص:۶۳ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے روح المعانی جلد۹، ص:۱۶۵/ تاریخ القرآن، ص:۱۷۴-۱۷۹/ النکت والعیون، جلد۴، ص:۳۵)

(۱۸) بدرعالم میرٹھی ترجمان السنۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص:۴۴۵

(۱۹) احمد بن تیمیہ (۷۲۸ھ) النبوات، تحقیق محمد عبدالرحمٰن عوض، دارالکتاب العربی، بیروت ۱۹۸۵، ص:۲۸۲

(۲۰) ایضاً ص:۲۸۱-۲۸۲

(۲۱) ایضاً ص:۲۸۲

(۲۲) شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ، جلد: ۷، ص: ۶۸۹

(۲۳) روح البیان جلد۲، ص: ۴۰

(۲۴) البحر المحیط جلد۲، ص: ۴۷۷

(۲۵) ابن کثیر، قصص الانبیاء ، مترجم ظفر اقبال کلیار، مکتبہ زاویہ لاہور ۲۰۰۳ء، ص: ۹۵۸

(۲۶) مفاتیح الغیب جلد۳، ص: ۲۱۷

(۲۷) دلائل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ الملل و النحل جلد۳، ص: ۳۰۸-۳۱۳، مترجم عبداللہ عمادی میر محمد کتب خانہ کراچی

(۲۸) فتح الباری جلد۶، ص: ۴۷۱

(۲۹) قصص القرآن ص: ۳۱

(۳۰) روح المعانی جلد۲، ص: ۱۴۹

(۳۱) الجامع لاحکام القرآن جلد۴، ص: ۸۳/ جلد۱۱، ص: ۹۰

(۳۲) سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بکسٹال لاہور ۲۰۰۵، جلد: ۳، ص: ۶۵۳-۶۵۵
معارف القران جلد: ۳، ص: ۴۵۵

(۳۳) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، دارالاشاعت الاسلامیہ لاہور، ۱۹۷۱، جلد۲، ص: ۲۹۳

(۳۴) شبیر احمد عثمانی، زیر آیت المائدہ: ۶۷

(۳۵) تدبر قرآن جلد۳، ص: ۱۰۵

(۳۶) ضیاء القرآن جلد: ۴، ص: ۹

(۳۷) تفسیر نمونہ ، جلد: ۵۴۴

(۳۸) روح المعانی ، جلد: ۱۱، ص: ۱۴۲

(۳۹) تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائے ، تدبر قرآن جلد۵، ص: ۲۱۴

(۴۰) تدبر قرآن جلد۵، ص: ۲۳۹

(۴۱) ضیاء القرآن جلد:۴،ص:۸۴

(۴۲) ضیاء القرآن، جلد:۴،ص:۸۴

(۴۳) السایس، محمد علی، تفسیر آیات الاحکام، احیاء التراث العربی، ۲۰۰۱ء جلد:۲،ص:۳۰۲

(۴۴) مفسرین نے عموماً ان کا نزول فتح مکہ کا موقعہ بتایا ہے مگر واحدی نے یہی لکھا ہے اور یہ زیادہ موزوں بھی ہے۔ الواحدی، علی بن احمد، اسباب النزول، تحقیق ایمن صلح شعبان، دارالحدیث القاہرہ، ۱۹۹۵ء ص:۳۶۰

(۴۵) The plural "you" indicates that the whole community is thus addressed. (Muhammad Asad, The Message of the Qur'an, Gibraltar, 1980, P:872)

(۴۶) روح المعانی، جلد:۱۴،ص:۳۲۵

(۴۷) علامہ ابو حیان کی یہ رائے تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص:۲۹۴ سے نقل کی گئی ہے۔ تفسیر البحر المحیط جلد ۸،ص:۲۸۴ پر یہ عبارت موجود ہے۔

(۴۸) روح المعانی، جلد:۴،ص:۳۷۳

(۴۹) تدبر قرآن، جلد:۷،ص:۴۷۳

(۵۰) قرآن میں ایمان اور اسلام، فقیر اور مسکین بھی اس فرق کی مثالیں ہیں۔

(۵۱) علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ناداہ تعالٰی بالنبی لا باسمه ای لم يقل يامحمد كما قال يا آدم ويا نوح، ويا موسى ويا عيسٰى ويا زكريا ويا يحيٰى تشريفاً فهو من الالقاب المشرفة الدالة على علو جنابه عليه السلام، وله اسماء والقلب غير هذا و الاسماء والالقاب تدل على شرف المسمى واما تصريحه باسمه فى قوله محمد رسول الله. (الفتح:۲۹) فلتعليم الناس انه رسول الله وليعتقدوه كذلك ويجعلوه من عقائدهم الحقة. (روح البیان، جلد:۷،ص:۱۵۷)

علامہ مراغی نے لکھا ہے: خاطب الله محمداً صلى الله عليه و آله وسلم يا ايها النبى فى مواضع كثيرة وماخاطبه بى ايها الرسول الا فى هذا الموضع وموضع

اخر بعده یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیك من ربك. (المائدہ:٦٧)وھذا الخطاب للتشریف والتعظیم وتأدیب المومنین وتعلیمھم أن یخاطبوہ بوصفه کما کان یفعل بعض اصحابه بقولھم (یارسول اللّٰہ)وجھل ھذا بعض الاعراب لخشونتھم وسذاجة فطرتھم فکانوا ینادونه (یامحمد)حتی انزل اللّٰہ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا. (النور:٦٣)فکفوعن ندائه باسمه. (المراغی، احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، تحقیق باسل عیون السود، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۸، جلد:۲، ص:۴۳۷)

(۵۲) الجامع لاحکام القرآن، جلد:۱۸، ص:۱۴۸

(۵۳) سورۃ الطلاق آیت:۱ کے تحت امام قرطبی لکھتے ہیں انه خطاب للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم والمرادامته. الجامع لاحکام القرآن، جلد:۱۸، ص:۱۴۸

(سورہ توبہ آیت:۸۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بھی امام قرطبی نے لکھا ہے: الخطاب للنبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم وتدخل فیه امته من بعدہ. الجامع لاحکام القران جلد:۴، ص:۱۲۹)

(۵۴) سورۃ الاحزاب کی آیت:۴۵ کے تحت مولانا مودودی نے لکھا ہے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتا ہے مقصودِ کلام یہ ہے کہ آپ کو ہم نے یہ کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین اپنے بہتان وافترا کے طوفان اٹھا کر آپ کا کچھ بگاڑ سکیں لہٰذا آپ نہ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں اور نہ ان کے پروپیگنڈے کو پرکاہ کے برابر بھی کوئی وقعت دیں۔ اپنے فرائض منصبی ادا کئے جائیں اور انہیں جو کچھ ان کا جی چاہے بکنے دیجئے۔ (تفہیم القرآن، جلد۴، ص:۱۰۵)

ذمہ داریوں کے حوالہ سے تفصیلات ضیاء القران سورۃ الاحزاب کی پہلی آیت کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں اور آپ نے جو معاشرتی اصطلاحات کیں ان کو تفہیم القرآن جلد۴ ص:۶۳ پر دیکھیں۔